بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انٹرنیشنل

ISSN 2754 267X

نومبر ۲۰۲۲ء

ربیع الثانی / جمادی الاول ۔ ۱۴۴۴ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

حضرت محمد مصطفیٰ (صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؑ مدّعی نبوّت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر
شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ طاعون کے متعلق ضروری بیان۔ (ایام الصلح دوسری قسط)	۲
۲: ہمارا کام دین و ملت کی خدمت۔ خطبہ مولانا محمد علیؒ	۳
۳: ہدایات جماعت۔ حضرت امیر مولانا محمد علیؒ	۵
۴: بچوں کے لئے۔ ارشد علوی	۶
۵: اسلام کیا ہے؟ (سلسلہ وار) از بابو منظور الٰہی	۸

اعلانات

جلسہ سالانہ

حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ سالانہ کی بُنیاد رکھی اور اِس کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ اِس موقع پر تمام احباب مل کر جماعت کی توسیع و استحکام اور تبلیغ اسلام کے متعلق تجاویز پر غور کریں اور اللہ تعالیٰ کی نُصرت کی اجتماعی دُعائیں کریں۔ تمام جماعتوں سے درخواست ہے کہ اپنے اپنے مُلک میں جلسہ سالانہ مُنعقد کریں اور جماعت کو تقویت دیں۔

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰- تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰- Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ- انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین- انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(ایامِ صلح-قسط دوم صفحہ ۳ سے ۶)

مرتب ارشد علوی

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(قسط-۱صفحہ ۳تا۶)

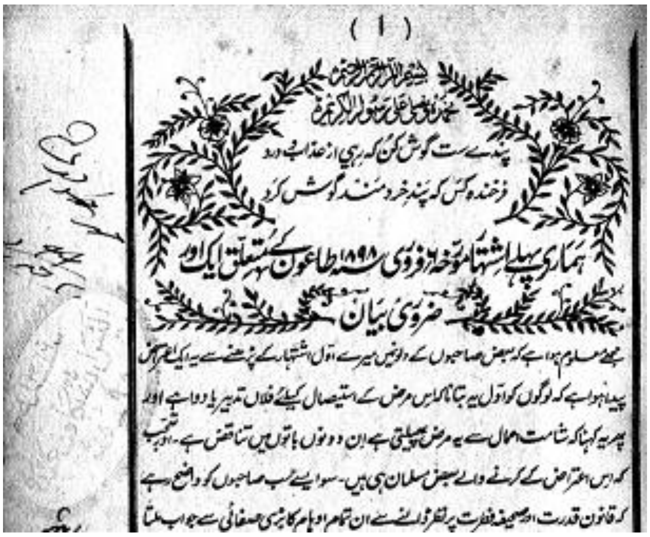
(۱)
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
پندے ست گوش کن کہ رہی از عذاب درد
فرخندہ کس کہ پند خردمند گوش کرد
ہمارے پہلے اشتہار مورخہ ۶ فروری ۱۸۹۸ء طاعون کے متعلق ایک اور
ضروری بیان
مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض صاحبوں کے دل میں میرے اول اشتہار کے پڑھنے سے یہ ایک اعتراض
پیدا ہوا ہے کہ لوگوں کو اول یہ بتایا کہ اس مرض کے استیصال کیلئے فلاں تدبیر یا دوا ہے اور
پھر یہ کہا کہ شامت اعمال سے یہ مرض پھیلتی ہے ان دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ اور تعجب
کہ اس اعتراض کے کرنے والے بعض مسلمان ہی ہیں۔ سو ایسے سب صاحبوں کو واضح رہے
کہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا

مرتب ارشد علوی

(نوٹ: ایام الصلح کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے دستخط موجود ہیں۔ یہ کتاب ہمارے پاس مرکز میں اصل حالت میں موجود ہے۔)

علاوہ اس کے جیسا کہ تدبیر اور دعا کا باہمی رشتہ قانون قدرت کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی صحیفہ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں ایسا ہی طبعی جوش سے دُعا اور صدقہ اور خیرات کی طرف جھک جاتی ہیں۔ اگر دنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کسی قوم کا کانشنس اس متفق علیہا مسئلہ کے برخلاف ظاہر نہیں ہوا۔ پس یہی ایک روحانی دلیل اِس بات پر ہے کہ انسان کی شریعت

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ''اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا''، ''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔ ''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔''

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴. بمطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَاۤاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ''اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔''

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتویٰ دیا ہے کہ وہ دُعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں بلکہ دعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں غرض دُعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے در حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں اور تدبیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدء فیض سے مدد طلب کرے تا اُس چشمہ لازوال سے روشنی پا کر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں۔[1]

ایسی پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے[2] پھر تعجب کہ بعض لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتراض کرتے ہیں جو قرآنی تعلیم کے بھی مخالف ہیں اِس کا یہی سبب ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ دن رات دُنیا کی مشغولیوں میں غرق رہ کر اسلامی تعلیم سے سخت غافل ہو گئے ہیں۔

(جاری ہے) (فہرست مضامین)

[1]حاشیہ : آج کل مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ بھی پایا جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ دُعا کچھ چیز نہیں ہے اور قضاو قدر بہر حال وقوع میں آتی ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ باوجود سچائی مسئلہ قضاو قدر کے پھر بھی خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں بعض آفات کے دور کرنے کے لئے بعض چیزوں کو سبب ٹھہرا رکھا ہے جیسا کہ پانی پیاس کے بجھانے کے لئے اور روٹی بھوک کے دور کرنے کے لئے قدرتی اسباب ہیں پھر کیوں اس بات سے تعجب کیا جائے کہ دعا بھی حاجت بر آری کے لئے خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ایک سبب ہے جس میں قدرت حق نے فیوض الٰہی کے جذب کرنے کے لئے ایک قوت رکھی ہے ہزاروں عارفوں راستبازوں کا تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ در حقیقت دُعا میں ایک قوت جذب ہے۔ اور ہم بھی اپنی کتابوں میں اس بارے میں اپنی ذاتی تجارب لکھ چکے ہیں اور تجربہ سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ قضاو قدر میں پہلے سب کچھ قرار پا چکا ہے۔ مگر جس طرح یہ قرار پا چکا ہے کہ فلاں شخص بیمار ہو گا اور پھر یہ دوا استعمال کرے گا تو وہ شفا پا جائے گا اس طرح یہ بھی قرار پا چکا ہے کہ فلاں مصیبت زدہ اگر دعا کرے گا تو قبولیت دُعا سے اسباب نجات اس کے لئے پیدا کئے

ایک اور اعتراض ہے جو پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ "کوئی تقدیر معلق نہیں ہو سکتی اور کوئی الہامی پیشگوئی جو شرطی طور پر ہو خدا تعالیٰ کی عادت کے بر خلاف ہے۔" سو واضح رہے کہ یہ اعتراض بھی ایسا ہی دھوکہ ہے جیسا کہ پہلا دھوکہ تھا۔ انسانوں کی طبیعتیں ہمیشہ سے اِس طرف مائل ہیں کہ اگر وہ قبل نزول بلا اطلاع دی جائیں کہ فلاں وقت تک بلا آنے والی ہے تو وہ دعا اور صدقہ سے ردّ بلا چاہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی باطنی شریعت نے نوع انسان کے صحیفہ فطرف پر یہی نقش لکھا ہے اور یہی فتویٰ دیا ہے کہ دعاؤں اور صدقات کے ساتھ بلائیں دفع ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام قومیں طبعاً اس بات کی طرف مائل ہیں کہ کسی بلا کے نزول کے وقت یا خوف نزول کے وقت دعاؤں پر زور مارتے ہیں۔ ایک جہاز پر سوار ہونے والے جب غرق ہونے کے آثار پاتے ہیں تو کس طرح گڑ گڑاتے اور روتے ہیں۔ قرآن شریف میں حضرت نوح سے لے کر ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر نافرمانوں کے حق میں انذاری پیشگوئیاں ذکر فرمائی گئی ہیں وہ سب شرطی طور پر ہیں جن کے یہی معنی ہیں کہ فلاں عذاب تم پر آنے والا ہے پس اگر تم توبہ کرو اور نیک کام بجالاؤ تو وہ موقوف رکھا جائے گا ورنہ تم ہلاک کئے جاؤ گے۔

بقیہ حاشیہ : جائیں۔ اور تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہو جائے کہ بہمہ شرائط دعا ظہور میں آوے وہ کام ضرور ہو جاتا ہے اسی کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ فرما رہی ہے ادعونی استجب لکم یعنی تم میرے حضور میں دعا کرتے رہو آخر میں قبول کر لوں گا۔ تعجب کہ جس حالت میں باوجود قضاو قدر کے مسئلہ پر یقین رکھنے کے تمام لوگ بیماریوں میں ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پھر دعا کا بھی کیوں دوا پر قیاس نہیں کرتے۔ منہ

[2]حاشیہ: ان آیات پر نظر غور ڈالو! انہ من یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ یعنی جو شخص صبر کرے گا اور ڈرے گا خدا اُس کا اجر ضائع نہیں کرے گا۔ یہ عام پیشگوئی ہے جو تقویٰ اور صبر کے ساتھ مشروط ہے۔ اور پھر ایک اور پیشگوئی میں عذاب کا ذکر فرما کر آخر یہ فرمایا مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم۔ یعنی خدا تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار اور مومن بن جاؤ گے۔ اس پیشگوئی میں ظاہر فرمایا کہ آنے والا عذاب شکر اور ایمان کے ساتھ دور ہو جائے گا پھر ایک اور جگہ فرمایا فامّا الذین کفروا فاعذّبہم عذابا شدیداً فی الدّنیا والآخرۃ وما لھم من ناصرین۔ و امّا الذین آمنوا و عملوا الصالحات فیوفیہم اجورھم واللہ لا یحبّ الظّالمین۔ یعنی کافروں پر عذاب شدید نازل کروں گا کیا دنیا میں اور کیا آخرت میں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو میں اُنہیں اُن کا پورا بدلہ دوں گا۔ دیکھو اس جگہ بھی ایمان کی شرط کے ساتھ عذاب کا ٹل جانا بیان فرمایا ہے۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے فان کذبوک فقل ربّکم ذو رحمۃ واسعۃ ولا یُردّ باسہ عن القوم المجرمین یعنی اگر یہ لوگ تکذیب پر کمربستہ ہوں تو اُن کو کہہ دے کہ اگر تم ایمان لاؤ تو خدا کی وسیع رحمت سے تمہیں حصہ ملے گا اور اگر تکذیب سے باز نہ آؤ تو اُس کا عذاب ایسا نہیں کہ کسی حیلہ اور تدبیر سے ٹل سکے۔ سو یہ پیشگوئی بھی شرطی ہے۔ اور قرآن شریف میں ایسا ہی انبیا علیہم السلام کے قصّوں میں جا بجا شرطی پیشگوئیاں ہیں اُن سے انکار کرنا گویا اسلام سے انکار کرنا ہے۔ بلکہ حضرت یونس کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انذاری پیشگوئی بغیر کسی شرط کے بھی صرف توبہ اور استغفار سے ٹل سکتی ہے۔ کیونکہ ازل سے خدائے تعالیٰ کی صفات میں سے یہ صفت ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کر کے وعید کی پیشگوئی کو تاخیر میں ڈال دیتا ہے۔ منہ

(پیغام صلح۔ ۲۳ جنوری ۱۹۳۰ء)

ہمارا کام دین و ملت کی خدمت ہے

حضرت مولانا محمد علیؒ

(نوٹ: یہ خطبہ آزادی سے پہلے ہندوستان کے مخصوص سیاسی اور سماجی پسِ منظر میں ارشاد فرمایا گیا تھا۔ النور اصل خطبہ کی تاریخ کے ایک سو سال بعد یہ خطبہ انگلستان سے شایع کر رہا ہے۔ اور خطبہ کے آخر دو پیراگراف انگلستان کے موجودہ قانون کے خلاف خیال کئے جاسکتے ہیں۔ اسلئے النور اپنی ذمہ داری پر آخری دو پیرے خذف کر رہا ہے۔ ایڈیٹر)

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیٰناؒ نے ذیل کی آیات تلاوت کیں۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۔ وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ وَاَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی ۔ ثُمَّ یُجۡزٰٮہُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی ۔(۳۸:۵۳-۴۱)

ترجمہ: ’’کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں، مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے۔ اور کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔‘‘

اور پھر آپؒ نے فرمایا۔ کہ ان آیات میں مسلمانوں کو ایک ایسے امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس کے بغیر کوئی قوم زندگی کی جدوجہد سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ اور انسان کو وہی نتیجہ ملتا ہے جو وہ کوشش کرے۔ اور کوشش کا نتیجہ ملتا بھی ضرور ہے۔ اور نتیجہ بھی پورا پورا ملتا ہے۔ کام اور محنت کے چند یہی اصول ہیں۔ اور یہ ایسے پختہ اور محکم اصول ہیں۔ کہ کوئی انسان یا کوئی قوم ان سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اصول خواہ کتنا ہی بلند ہو، مگر نتیجہ اسی قدر نکلے گا، جس قدر کہ کوشش کی جائے گی۔ یہ کبھی نہیں ہوا۔ کہ ایک شخص خواہ حق پر ہی ہو، لیکن بغیر کوشش کے وہ کامیاب ہو جائے۔ خدا کا یہ اٹل قانون ہے۔ کہ بغیر کوشش کے کچھ نہیں ملتا۔

پچھلے جمعہ میں میں نے بیان کیا تھا کہ ہمارا نصب العین خدمتِ اسلام ہے۔ لیکن نصب العین مقرر کرنے سے اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، جب تک کہ قوّت عمل سے پورا کام نہ لیا جائے۔ واقعات بھی ہمیں یہی بتاتے ہیں۔ کہ نصب العین، خواہ کیسا ہی بلند اور دل خوش کن ہو، مگر نتیجہ صرف محنت اور کوشش ہی سے ظہور میں آئے گا۔ کام ہی دنیا میں بڑی چیز ہے، مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص میں خواہ وہ غریب ہو یا امیر، جوان ہو یا بوڑھا، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ایک کمی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ اور وہ کمی محنت اور جدوجہد کی کمی ہے۔ قوتِ عمل کی کمی ہے۔ مسلمان اگر دنیا میں ذلیل نظر آ رہے ہیں، تو نہ اس لئے کہ ان میں کام کرنے کی قابلیت نہیں۔ قابلیت تو ہے مگر کام کرنے کی ذہنیّت اور کام کا جذبہ ان میں نہیں۔ آپ تمام مسلمانوں اور بالخصوص طلباء کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالئے۔ وہاں بھی آپ کو یہی کیفیّت نظر آئے گی۔ مسلمان طلباء اس قدر محنتی نہیں، جس قدر کہ دوسری قوموں کے نوجوان ہیں۔ مسلمانوں کا دماغ بھی اچھا ہے۔ لیکن جب محنت سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے، تو اچھا دماغ کیا کر سکتا ہے؟ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ گذشتہ سالانہ جلسہ سے پہلے میں نے متواتر جمعوں میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی، کہ ہمیں کچھ کام کر کے دکھانا چاہئے۔ میرا روئے سخن جماعت کے تمام افراد کی طرف تھا۔ خواہ وہ لاہور کے ہوں یا بیرونجات کے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے، کہ بہتوں نے کام کرنے کی وہ آمادگی نہیں دکھائی، جس کی ان سے توقع تھی!۔

بعض لوگ ایک منظم جماعت کے اندر اس قسم کی بے پروائی کو دیکھ کر مایوس سے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے ایک دفعہ کہا، کہ فلاں جماعت میں کام کرنے کا زیادہ جوش پایا جاتا ہے۔ ہم ان میں کیوں شامل نہ ہو جائیں! میں اس بات کو مانتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں عام طور پر قوّتِ عمل کی کمزوری کی بیماری پائی جاتی ہے۔ اور ہماری جماعت میں بھی ہے۔ مگر ہمیں اس بیماری کو دُور کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ ایک دوسری بیماری میں اپنے آپ کو ڈال لیں۔ اگر یہی خیال درست ہوتا، پھر چونکہ آریہ سماج میں یا عیسائیوں میں مسلانوں سے زیادہ جوش کام کرنے کا پایا جاتا ہے، تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر آریہ سماج یا عیسائیوں میں چلے جائیں! علاوہ ازیں میں اس بات کو بھی نہیں مانتا کہ ہماری جماعت میں قوتِ عمل کسی دوسری جماعت سے کم ہے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ میں اس معاملہ میں اپنی جماعت کو ممتاز اور افضل دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ بات صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے، کہ ہماری جماعت کے ہر فرد میں بیداری اور حرکت پائی جائے۔

تحریک عامہ بڑی چیز ہے۔ اسی پر قوموں اور جماعتوں کے مستقبل کا انحصار ہے۔ میں نے پچھلے سال اپنے دوستوں سے درخواست کی تھی کہ اپنے بچوں اور بیویوں کے دلوں میں قوتِ عمل کا جذبہ پیدا کریں۔ اور اس کے متعلق عملی تجویز پیش کی تھی، کہ خواہ عورت ہو یا بچہ، وہ کچھ نہ کچھ اپنے ہاتھ سے ضرور مالی یا جسمانی قربانی کریں۔ اس سے نہ صرف قوم کی مجموعی طاقت میں ترقی ہو گی، بلکہ ہمارے بچوں اور عورتوں میں قوّت عمل کی نشوو نما ہو گی۔ بچے سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ کوئی ۱۲ آنے دیتا ہے، کوئی ایک روپیہ، کوئی دو روپے، کوئی اس سے بھی زیادہ۔ اگر اس رقم میں اسلام کی خدمت کے لئے ایک یا دو آنہ کی رقم شامل کر دی جائے، تو اس سے عظیم الشان نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور نقصان کچھ بھی نہیں۔ کوئی آنہ نہ دے سکے تو پھر روپیہ ہی سہی۔ مگر اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں کچھ قربانی کرنا سیکھے۔ تا کہ اس کی سوئی ہوئی قوت بیدار ہو۔

مسلمانوں میں سوئی ہوئی قوت کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ ہمیں اس

قوت کو بیدار کرنا چاہئے۔ ہمیں اس سے پورا کام لینا چاہئے۔ جمعہ کے دن صندوقچی کی تجویز بڑی مفید ہے۔ آپ اس میں ایک آنہ ڈالئے۔ دو پیسہ ڈالئے۔ ایک پیسہ ڈالئے، مگر کچھ نہ کچھ ضرور ڈالئے۔ ایسی باتیں بظاہر چھوٹی چھوٹی اور بے حقیقت معلوم ہوتی ہیں، لیکن ان سے بہت بڑے بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ جلسہ سے پیشتر میں نے بار بار آپ سے درخواست کی تھی۔ کہ اگر جماعت کا ہر ایک فرد بیس روپے کی رقم فراہم کرے، تو اس سے بڑی کامیابی ہو سکتی ہے۔ دیکھئے! آپ میں سے بعض نے توجہ کی، محنت سے کام لیا اور اس کی بدولت دس ہزار سے زیادہ روپیہ جمع ہو گیا۔ بیس روپے کی تحریک میں لاہور کے بعض دوستوں نے اچھا کام کیا ہے۔ خداوند کریم انہیں جزائے خیر دے ۔ البتہ اس تصویر کا یہ پہلو قابلِ افسوس ہے۔ کہ جماعت کے دو تہائی حصّہ نے اپنی قوّتِ عمل سے کام نہیں لیا۔ اگر سب مل کر کام کرتے، تو تیس ہزار مطلوبہ رقم کا جمع ہو جانا کچھ بھی مشکل نہ تھا! مگر جلسہ کے نکل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ روپیہ کی فراہمی کا کام ختم ہو گیا ہے۔ ضرورت ابھی باقی ہے ۔ اور کام کرنے والوں کے لئے اب بھی وقت ہے۔ اور یہ کام کرنے کی قوّت اگر نشو و نما پائے گی، تو بالآخر خود آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے مفید ہو گی۔

جس تحریک میں قوّتِ عمل کو بیدار نہ کیا جائے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں نے، دس سال ہوئے، خلافت کی تحریک کو سامنے رکھا۔ یہ تحریک اس قدر دلکش تھی، کہ گھروں کے اندر عورتیں اور بچے اس سے متاثر ہوئے۔ اللہ اکبر کے نعروں نے ان میں ایک خاص جوش پیدا کر دیا۔ لیکن عملی پہلو سے یہ تحریک ناکام رہی۔ آپ خوش قسمت ہیں۔ کہ اس صدی کے مجدد نے جس کام پر آپ کو لگایا ہے، وہ بہترین کام ہے۔ مگر قوّت عمل کو کام میں لائے بغیر یہاں بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ کام کے لئے ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا چاہئے کہ میرے بغیر کام نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت یہ کیفیت ہے، کہ ہر ایک سمجھتا ہے، کہ اگر میں نہ کروں گا، تو کیا بگڑ جائے گا؟ یہ خیال ہماری جماعتی اغراض و مقاصد کو جس قدر سخت نقصان پہنچا رہا ہے، اس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے!

ہم اگر کام کرنا چاہیں، تو ہمارے لئے بہت سے کام ہیں۔ ہر شخص کو اپنے اپنے رنگ میں کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہئے۔ مثلاً ایک کام ہمارے رسم و رواج کی اصلاح کا ہے۔ محض لیکچر دینے سے کام نہیں چلے گا۔ قرآنِ کریم نے رسوم کی زنجیروں کا نام اغلال رکھا ہے۔ رسول کا ایک بہت بڑا یہی کام ہے۔ کہ وہ رسوم کی ان زنجیروں کو، جو قوموں کو جکڑ رکھتی ہیں، کاٹتا ہے۔ رسم و رواج کی اصلاح کی تحریک میں عورتیں مردوں سے زیادہ کام کر سکتی ہیں۔ اس لئے میں انہیں بالخصوص اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ وہ معاشرتی اصلاح کے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکتی ہیں۔ اصلاح کا کام بڑا کٹھن کام ہے۔ اور اصلاحی کوششیں صرف اسی صورت میں امید افزاء نتائج پیدا کر سکتی ہیں، کہ کام مسلسل کیا جائے۔ ہمیں کسی صورت میں کام سے بیزار نہیں ہونا چاہئے۔ اور نہ ہمت ہارنی چاہئے۔ اپنی قوم کو کام کرنے والا بناؤ۔ مسلمانوں کے سروں پر رسم و رواج کا بھوت اس قدر سوار ہے، کہ جب انہیں فضول اور تباہ کن رسموں کے مٹانے کا مشورہ دیا جاتا ہے، تو ان کی زبان سے۔ "ہماری ناک کٹتی ہے"، "ہمیں ارمان نکالنے ہیں" کے الفاظ سنے جاتے ہیں! ایک مسلمان کی زبان پر ایسے الفاظ سخت قابلِ افسوس ہیں۔ اسلام ہم سے یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ایک سیدھی سادہ زندگی بسر کریں۔ آتشبازی کی تباہ کن رسم کو لیجئے۔ جس کا اظہار شبِ برأت کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ غریبوں، مسکینوں اور ناداروں نے اس پر کتنا روپیہ تباہ کیا! بیوہ عورتوں کے بچے بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی بربادی کا سامان خریدتے ہیں۔ اور کھانے کے لئے روٹی نہ ہو، پہننے کو کپڑا نہ ہو، مگر آتشبازی ضرور آئے گی! اس جرم کے ارتکاب کی ذمہ داری بڑوں پر عائد ہوتی ہے، جو اپنے بچوں کو اس بُری حرکت سے نہیں روکتے۔ بلکہ ان کو اس غرض کے لئے پیسے دے کر ان کے معاون ہوتے ہیں۔

ایک اور اصلاح، جس کے بغیر مسلمان قوم زندہ نہیں رہ سکتی، یہ ہے کہ مسلمان قوم میں عصبیت پیدا ہو۔ یعنی ہمارے تمام کاروبار میں پہلے اپنی قوم مدِ نظر ہو۔ اس کے بغیر افلاس دُور نہیں ہو سکتا۔ ہمارا افلاس اس خطرناک حالت کو پہنچا ہوا ہے کہ تیرہ کروڑ روپے سالانہ سُود، پنجاب کے مسلمان زمیندار، ساہو کاروں کو ادا کرتے ہیں۔ اور بارہ کروڑ سالانہ سے پنجاب کی گورنمنٹ چل رہی ہے۔ سود کی لعنت بھی اسی رسم و رواج سے پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ ہم اسراف کرتے ہیں۔ اور سود پر قرض لے کر رسم و رواج کو پورا کرتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ ایک اور مصیبت ہے۔ کہ مسلمان قوم میں تجارت پیشہ نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی کمائی کا سارا روپیہ دوسروں کی جیبوں میں جاتا ہے! جو کچھ ایک مسلمان کماتا ہے، وہ ضروریات زندگی کے لئے دوسروں کی نذر کرتا ہے۔ اس کے کھانے کا سامان دوسروں سے آتا ہے، پہننے کا کپڑا دوسروں سے ملتا ہے، اور مکان بنانے کا سامان دوسروں سے وہ لیتا ہے!۔۔۔۔

(نوٹ:۔ انگلستان کے موجودہ قانونی تقاضوں کے پیشِ نظر النور نے اِس خطبہ کے دو آخری پیرے خذف کر دئے ہیں۔)

(فہرست مضامین)

يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَ لَاتَمُوْتُنَّ اِلاَّ وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ۔

ہدایات برائے جماعت احمدیہ

حضرت مولانامولوی محمد علی صاحب۔

امیر جماعت احمدیہ۔لاہور

ہرایک احمدی دوست اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھکر اپنی حالت کے مطابق ضروری امور پر نشان کرلے اوران امور کو عمل میں لانیکی کوشش کرے۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہورنے چھپواکر شائع کیا

شرائطِ بیعت

اول:۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اسوقت تک کہ قبر میں داخل ہوجائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جھوٹ اورزنااوربد نظری اورہر ایک فسق اور فجوراور ظلم وخیانت اور فساداوربغاوت کے طریقوں سے بچتارہے گا۔اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کامغلوب نہیں ہو گا۔اگرچہ کیساہی جذبہ پیش آئے۔

سوم:۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقت نماز موافق حکم خدااوررسول کے اداکرتارہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اوراپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روزاپنے گناہوں کی معافی مانگنے اوراستغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔اوردلی محبت سے خدائے تعالیٰ کے احسانوں کویاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روزاپناورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماًاور مسلمانوں کو خصوصاًاپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائزتکلیف نہیں دیگا۔نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہرحال رنج وراحت اور عسریسر اور نعمت اور بلا میں خدائے تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔اور بہر حال راضی بقضاہو گا۔اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیاررہے گا۔اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گابلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواورلہوسے بازآئے گا۔اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سرپر قبول کرے گا۔اورقال اللہ اور قال الرسول کواپنے ہر ایک راہ میں دستورالعمل قراردے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبراور نخوت کو بکلّی چھوڑدے گااور فروتنی اورعاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اوردین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کواپنی جان اوراپنے مال اوراپنی عزت اوراپنی اولاد اوراپنے ہرایک عزیز سے زیادہ ترعزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔اور جہاں تک بس چل سکتاہے اپنی خُداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کوفائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجزسے عقداخوت محض للہ باقرارطاعت اورمعروف باندھ کراس پرتاوقت مرگ قائم رہے گا۔اوراس عقداخوت میں ایسااعلیٰ درجہ کاہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۵۳)

خلاصہ

ہماراکام:۔ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کرنااور علوم دینی کاذخیرہ تیار کرنااوران کادنیامیں پھیلانا۔

ہماری قومی خصوصیات

١۔ہماری زندگی کامقصد اشاعتِ اسلام ہے۔
٢۔اس مقصد کے حصول کیلئے مالی اور جانی قربانیاں کرنا۔
٣۔اسلام اوراس کی تاریخ وادیان مختلفہ کی واقفیت حاصل کرنا۔
٤۔پابندی شریعت اور شعاراسلامی کی عزت۔
٥۔ تبلیغ مذہب میں وسعت قلبی، مسلمانوں سے محبت۔
٦۔ خدمت اسلام کی عزت وتوقیر۔

ہمارانظام

١۔ہم سب ایک آواز کے ماتحت ہوں اوراس آواز کی عزت کرنے والے ہوں۔

۲۔وہ آواز قومی شوریٰ کی آواز ہے جس سے کسی شخص کو انحراف نہ ہونا چاہیئے۔

۳۔مالی نظام یہ ہے کہ سب افراد جماعت اپنی زکوٰۃ کی رقم کی دو تہائی قومی بیت المال میں داخل کریں۔اپنی آمدنی میں سے ایک آنہ (۱/۱۶) فی روپیہ کے حساب سے چندہ دیں اور پیش آمدہ ضروریات میں حصہ لیں۔

۴۔ایک دوسرے کی عزت کریں اور ایک دوسرے پر حسن ظن سے کام لیں۔بڑے آدمیوں سے باز پرس بھی کریں۔

۵۔جملہ افراد قومی کاموں میں اس قدر دلچسپی لیں کہ انہیں ذاتی کاموں پر مقدم کریں۔

ہماری ترقی

۱۔ایمانی جوش جو مسیح موعودؑ کے انفاس قدسی نے پیدا کیا ہمیشہ ترقی کی حالت میں رہے۔

۲۔باہم میل جول ہو،لاہور میں آمدورفت اور سالانہ جلسہ میں شمولیت ضروری ہے۔اپنے اپنے شہروں میں علاوہ جمعہ کے ایک دن اکٹھے ہونے اور کسی مضمون پر بحث کرنے کیلئے مقرر کیا جائے۔

۳۔قرآن کریم کے درس کا سلسلہ جاری ہو۔

۴۔اخبارات سلسلہ اور سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ میں رہے۔

۵۔بچوں کی تعلیم حتی الوسع مسلم ہائی اسکول میں ہو۔

۶۔غربا،مساکین،یتامیٰ و بیوگان کی خبر گیری کی جائے۔

۷۔آپس میں رشتہ داریاں ہوں۔

۸۔قابل اصلاح امور سے اطلاع دیتے رہیں۔

۹۔جماعت کو بڑھانے کی فکر کی جائے اور اپنے عزیزوں،رشتہ داروں میں تبلیغ ہو پھر اس کے بعد دوسرے لوگوں میں جاری رہے بی بی،بچوں کو داخل بیعت کیا جائے۔

(فہرست مضامین)

تحقیق و ترتیب ارشد علوی از پیغام صلح یکم فروری ۱۹۹۲ء

بچوں کے لئے

ایک بادشاہ بیمار پڑ گیا۔اور شاہی طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔مرض پیچیدہ تھا اور بظاہر صحت یاب ہونے کی امید باقی نہ تھی۔کہ ایک طبیب نے تشخیص کی کہ اگر ایک خاص عمر اور مخصوص اوصاف کے حامل بچے کو ذبح کر کے اور اسکے جسم کے بعض اندرونی اعظاء (مثلاً گردے وغیرہ) سے دوا تیار کی جائے تو اس کے استعمال سے بادشاہ کی صحت یابی کی سو فیصد توقع ہے۔

بادشاہ کو یہ تشخیص پسند آئی۔ملک کے طول و عرض میں پیادے دوڑا کر مخصوص حامل کے بچے کی تلاش شروع ہو گئی۔بچہ دستیاب ہو گیا۔مگر اس راہ میں ضابطے کی بعض کاروائیاں حائل تھیں۔مثلاً بچے کے قتل کا شرعی جواز اور بچے کے والدین کی رضامندی۔تاہم یہ مراحل بھی طے ہو گئے۔بچے کے والدین کو معقول معاوضہ دلایا گیا اور متعلقہ پولیس آفیسران کی طرف سے "منظوری" لکھوا لیا گیا۔انہوں نے باقاعدہ لکھ کر دیا کہ یہ تو ہمارا اکلوتا بچہ ہے اگر اور بھی ہوتے تو انہیں بھی بادشاہ سلامت پر قربان کر دینے کو اپنی سعادت خیال کرتے۔

مفتیٔ اعظم نے فتویٰ دے دیا کہ بادشاہ سلامت کی جان بچانے کے لئے ایک بچہ تو کیا ساری رعایا کا قتل بھی جائز ہے۔بچے کو ذبحہ کیا جانے لگا تو بادشاہ سلامت یہ منظر دیکھ رہے تھے۔جلاد نے بچے کے گلے پر چھری رکھی تو بچے نے زیر لب کچھ کہا اور مسکرا دیا۔بادشاہ نے جلاد کو رکنے کا حکم دیا۔جلاد رک گیا۔بادشاہ نے بچے کو قریب بلایا اور اس سے بے ہنگام تبسم کا سبب پوچھا۔بچے کو اب کیا خوف تھا۔اس نے کہا بادشاہ سلامت اس دنیا میں میرے تین سہارے تھے والدین قاضی اور بادشاہ مگر وقت پڑنے پر تینوں ساتھ نہ دے سکے بادشاہ سلامت آپ کو تو اپنی جان کی پڑی تھی آپ کی مجبوری تھی آپ میرا ساتھ کیسے دیتے دوسرے درجے پر قاضی ہوتا ہے جو عدل و انصاف اور مساوات کا پرچار کرتا رہتا ہے۔مگر اسے بھی بادشاہ کی خوشنودی منظور تھی میرے ساتھ انصاف نہ کر سکا۔تیسرا سہارا میرے ماں باپ تھے مگر وہ بھی لالچ سے زیادہ خوف کے مارے میرا ساتھ نہ دے سکے۔جب جلاد نے میرے گلے پر چھری رکھدی تو میں اپنی ہنسی نہ روک سکا میں نے کہا واہ خدایا! تو آسمان پر بیٹھا بھی ظالم بادشاہ سے ڈرتا ہے۔اور اسی کا طرفدار ہے۔یہ سن کر بادشاہ نے بچے کو انعام و کرام دے کر واپس گھر بھجوا دیا۔حکایت میں لکھا ہے کہ اس نیک عمل سے بادشاہ معجزانہ طور پر بغیر کسی علاج کے صحت یاب ہو گیا۔ (فہرست مضامین)

اسلام کیا ہے؟

بابو منظور الٰہی مرحوم

سوال:۔ آپ کون ہیں؟

جواب:۔ میں مسلمان ہوں۔

سوال:۔ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ جو شخص دین اسلام کی پیروی کرتا ہو اس کو مسلمان کہتے ہیں۔

سوال:۔ دین کے کیا معنے ہیں؟

جواب:۔ دین کے معنی راستہ یا طریقہ کے ہیں۔

سوال:۔ اسلام کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ اسلام کے معنی صُلح، سلامتی اور امن کے ہیں۔

سوال:۔ آپ کے مذہب کا یہ نام کس نے رکھا؟

جواب":۔ یہ نام اللّٰہتعالیٰ نے رکھا ہے۔ جیسا کہ اُس نے قُرآن شریف میں فرمایا۔ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائیدہ:۳) اور دُوسری جگہ فرمایا۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ۔ (آلِ عمران:۱۹)۔ ترجمہ۔ اور تمہارے لیئے دین اسلام پسند کیا۔ تحقیق خُدا کے نزدیک (سچا) دین اسلام ہے۔

سوال:۔ آپ کے مذہب کا نام اسلام کیوں رکھا گیا؟

جواب:۔ اس لئے کہ اس مذہب کی غرض دُنیا میں صُلح، امن اور سلامتی کو ترقی دینا ہے۔

سوال:۔ اسلام نے دنیا میں آکر کس طرح صُلح اور امن پھیلایا؟

جواب:۔ اوّل اس طرح کہ اسلام نے انسانوں میں مساوات اور برابری کو قائم کیا۔ ہر ایک قسم کی ملکی، قومی اور ذات پات کے امتیاز کو مٹا دیا۔ اللّٰہ تعالیٰ کے حضور میں ایک بادشاہ کو ایک غلام کے پہلو بہ پہلو کھڑا کر دیا اور بزرگی کا معیار صرف نیکی کو قرار دیا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:۱۳)۔ دوئم۔ اسلام سے پہلے جتنے مذاہب اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی تھے۔ ان تمام کے بزرگوں اور ان کی کتابوں کو عزت سے یاد کرنے کا اپنے پیروؤں کو حکم دیا۔ اور فرمایا۔ "کوئی اُمّت نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو (فاطر: ۳) اس لئے ایک مسلمان جیسا اپنے ہادی حضرت محمد صلی اللّٰہ صلعم کو مانتا ہے اسی طرح وہ حضرت موسےٰؑ، حضرت عیسےٰؑ، سری رام چندر جی، سری کرشن جی، مہاتما بُدھ اور کنفیوشش، زرتشت وغیرہ بزرگوں کو بھی اللّٰہ تعالیٰ کے نیک بندے مانتا ہے۔ حالانکہ دوسرے مذاہب اپنے خاص بزرگوں کو تو اچھا سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسرے مذاہب اور ان کے بزرگوں کو جھوٹا سمجھتے اور ان کو برا کہتے ہیں۔ اس لئے صرف اسلام ہی میں شامل ہو کر دنیا میں محبت اور آشتی پھیل سکتی ہے۔

سوال:۔ کیا آپ کے مذہب کا نام محمدی نہیں؟

جواب:۔ ہر گز نہیں ہمارے مذہب کا نام اللہ تعالیٰ نے اسلام رکھا ہے گو مذہب اسلام کی مکمل تعلیم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے دنیا کو ملی۔ لیکن خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے یہ تعلیم آئی ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے۔ اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا (سورہ المائدہ) خدا کے نزدیک (سچا) دین اسلام ہے (آل عمران) محمدی نام عیسائی پادریوں نے تعصب سے اس مذہب کو دیا ہے۔ جو صحیح نہیں۔

سوال:۔ دوسرے مذاہب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں۔ پھر اسلام میں اور ان میں فرق کیوں نظر آتا ہے؟

جواب:۔ اس میں شک نہیں کہ تمام بڑے بڑے مذاہب کی بنیاد الہامِ الٰہی پر ہے اور ان سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ ان میں اور اسلام میں فرق اس لئے نظر آتا ہے کہ عرصہ دراز گزر جانے کی وجہ سے دوسرے مذہبوں میں غلطیاں داخل ہو گئیں اور سچ جھوٹ آپس میں مل گیا۔ آج خود ان مذاہب کے پیرو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی مذہبی کتب میں ملاوٹیں ہوئی ہیں۔ بائیبل اور وید کے مفسرین کے بیانات اس پر شاہد ہیں۔ اس لئے اسلام نے آکر صحیح تعلیم کو ملاوٹ سے علیحٰدہ کر دیا۔ اور جو سچائیاں پہلے بزرگوں نے مقامی یا زمانی ضروریات اور نوع انسان کی ابتدائی حالت کی وجہ سے کھول کر بیان نہیں کی تھیں اسلام نے ان کو پورے طور پر ظاہر کر دیا۔

سوال:۔ کیا اسلام میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوئی؟

جواب:۔ ہر گز نہیں۔ اس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے رکھا ہے۔ کیونکہ یہ آخری دین ہے جو تمام نوع انسان کے لئے آیا ہے۔ اور اِس میں تمام وہ سچائیاں اور قوانین شرعی موجود ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے نسل انسانی کے کام آسکتے ہیں۔

سوال:۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر مسلمانوں میں کئی مسائل میں باہم اختلاف کیوں ہے؟

جواب:۔ اصولی طور پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، کلمہ سب کا ایک ہے۔ توحید الٰہی، رسولوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، حشر نشر، دوزخ، بہشت سب چیزوں پر جو اصول دین سے تعلق رکھتی ہیں۔ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا یکساں ایمان ہے۔ صرف بعض فروع اور چھوٹے چھوٹے مسائل کے سمجھنے میں اختلاف ہے اسی سے لوگوں نے فرقے بنائے ہیں۔ جہاں تک اصل اسلامی شریعت یا قرآن مجید کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق خدا کا وعدہ ہے کہ یہ ہمیشہ اصل حالت میں محفوظ رہے گا۔ کیونکہ یہ آخری شریعت ہے۔ برخلاف پہلی کتابوں کے کہ ان کی حفاظت کا کوئی ایسا وعدہ نہیں تھا۔

(جاری ہے) (فہرست مضامین)